’’دارفور کے معاملے میں اس سرگرمی اورعراق کے معاملے میں اس کے فقدان نے مجھے چونکا دیا۔ اس کی وجہ میری رائے میں اس حقیقت میں مضمر ہے کہ دارفور بچاؤ تحریک نے تنازع کو اصل تناظر اور سیاست سے کاٹ کرایک ایسے کےطور پر پیش کیا ہے۔ یہاں بہت سادہ طور پر’’افریقی‘‘ مظلوم ہیں اورنسلی تعصب اورنفرت کے مارے ہوئے’’عرب‘‘ مجرم اور جفا کار ہیں۔ یہ صورت حال عراق سے بالکل مختلف ہے جہاں امریکی خودکواحساس جرم میں مبتلااور کمزور موقف کا حامل پاتے ہیں۔ان کے لیے دارفور نے خود کو پارسا ثابت کرنے کا موقع فراہم کردیا ہے۔اس طرح امریکا اپنے آپ کوایک رحم دل اورشفیق عالمی طاقت ظاہرکرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ صدارتی انتخاب کے دوران دارفور بچاؤتحریک اوباما کی مہم کا جزو لاینفک بن گئی۔ میں اس بات کا خیرمقدم کرتا ہوں کہ اس موقع کوحقیقی مسائل کےحل کے لیے استعمال کیا جائے۔لیکن معاملے کامنفی پہلو یہ ہے کہ دارفور بچاؤتحریک اوباما پر دارفور میں فوجی کارروائی کے لیے دباؤ ڈال رہی ہے۔‘‘ اس پر بوسٹن گلوب کے نمائندے نے پوچھا کہ’’کیا آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ انسانیت دوستی (humanitarianism) استعماریت کی ایک شکل ہے؟‘‘تو پروفیسر مام دانی نے جواب دیا :’’میں یہ کہہ رہاہوں کہ تاریخ میں ایسا ہوتا رہا ہے۔دارفور بچاؤ گروپ نے جس تحریک کا انداز اپنایا ہے وہ انیسویں صدی میں غلامی کے خلاف چلائی جانے والی تحریک ہے۔ یاد کیجیے کہ غلامی کا خاتمہ برطانوی حکمرانوں کی جانب سے افریقی براعظم کو اپنی نوآبادی بنالینے کے لیے پیش کیا جانے والا ظاہری اورنمائشی جواز تھا۔مظالم کی تفصیلات کا سامنے لایا جانا...خواہ وہ مبالغے سے پاک اورحقیقت کے مطابق ہی ہوں... وسیع وعریض زمینوں پر قبضے کی تیاری کی ابتداءتھی۔ اوراس کے لیے بھی مظلوموں کے تحفظ کونمائشی طور پر جواز بنایا گیا تھا۔آج بھی انسانیت دوستی کے دعویدار سیاسی مقاصد چھپانے کے لیےاخلاقیات کواستعمال کررہے ہیں۔ [سیاسی] تنازعات کو ظالموں اورمظلوموں کے درمیان، جن کے کردار ناقابل تغیر ہیں، قبائلی اورنسلی بنیادوں پرجنگوں کی حیثیت سے پیش کیا جارہا ہے۔‘‘ بوسٹن گلوب کے اس سوال کے جواب میں کہ’’کیا مسئلہ یہ ہے کہ انسانیت دوستی کا لیبل کون استعمال کررہا ہے؟‘‘ پروفیسرمحمود مام دانی نے کہا: ’’انسانی حقوق کی زبان ابتداء میں ظلم کا شکار ہونے والوں کی جانب سے استعمال کی گئی تھی۔مگر اب یہ طاقتوروں اور مداخلت کاروں کی زبان بن گئی ہے۔ یہ لوگ مظلوموں کواپنا ایجنٹ تونہیں بناتے مگرانہیں

اپنے مفادات کی جنگ کے لیے لڑاتے ہیں۔اس کے نتیجے میں مظلوموں کو طاقت بخشنے والی زبان، بین الاقوامی سطح پر مداخلت کار طاقتوں کے منصوبوں کو آگے بڑھانے والی زبان بن گئی ہے[1]۔''

مسلم ملکوں کی شکست وریخت کے لیے اسرائیل کی حکمت عملی

دارفور کے معاملے کو یہودی جس طرح اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں، اس کے بارے میں متعدد دوسرے مغربی اہل قلم اور تجزیہ کار بھی اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ مئی ۲۰۰۶ء میں ''عرب امریکن نیوز'' میں اس موضوع پر واشنگٹن میں رہنے والے مصنف اور تجزیہ کار فلسطینی نژاد امریکی وِل یومینز (Will Youmans) کی ایک تجزیاتی رپورٹ شائع ہوئی تھی جسے ۸ مئی کو کاؤنٹر پنچ نامی آن لائن میگزین نے اپنی ویب سائٹ پر ''کیا اس معاملے میں اخلاص کے بجائے کوئی اور جذبہ کارفرما ہے؟''

(Is There Something Other Than Altruism Afoot?)

کے عنوان سے جاری کیا تھا۔ اس تجزیے کی بنیاد بھی دارفور کے بارے میں واشنگٹن میں ہونے والی ایک ریلی ہے جو اس رپورٹ کی اشاعت سے چند روز پہلے واشنگٹن ہی میں منعقد ہوئی تھی مگر حیرت انگیز طور پر اس میں مسلمانوں کی نمائندگی صفر تھی اور مسلمان تنظیموں میں سے کسی کو بھی اس میں شرکت کی دعوت نہیں دی گئی تھی۔ رپورٹ کی ابتداء اسی تذکرے سے ہوتی ہے، ملاحظہ فرمایئے:

''پچھلے ہفتے کے اختتام پر واشنگٹن ڈی سی میں دارفور میں ''نسل کشی'' کو روکنے کے لیے ہونے والی ریلی قطعی طور پر وہ نہیں تھی جو بظاہر معلوم ہوتی تھی۔ اس کے آخری لمحات میں منتظمین کو کسی بھی ایسے شخص کی تلاش میں سرگرداں ہونا پڑا جو سوڈانی ہو یا مسلمان ہوتا کہ وہ ریلی سے خطاب کر سکے۔ یہ اس وقت ہوا جب سوڈانی تارکین وطن نے اس حقیقت کو محسوس کیا کہ جن مقررین کا اعلان کیا گیا تھا ان میں آٹھ مغربی عیسائی، سات یہودی، چار سیاستداں اور ممتاز شخصیات شامل ہیں مگر ان میں سے ایک بھی نہ تو مسلمان ہے نہ دارفور کا رہنے والا۔ کونسل آف امریکن اسلامک ریلیشنز (CAIR) اور امریکی مسلمانوں کے دوسرے گروپ بشمول اسلامک سوسائٹی آف نارتھ امریکا، اسلامک سرکل آف نارتھ امریکا، دی مسلم پیسیفک افیئرز کونسل، اور مسلم امریکن سوسائٹی، سب اس اتحاد کے ممبر ہیں۔ لیکن نہ تو ان کے کسی نمائندے کو نہ اتحاد

[1] بحوالہ: http://www.boston.com/ae/books/articles/2009/03/22/politics_and_humanitarianism/